

پروفیسر محمد اقبال جاوید

## مقالات سیرت۔ ایک تعارفی جائزہ

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

قومی سیرت کانفرنس ۲ اربع الاول ۱۴۱۳ھ / ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء

کانفرنس کا موضوع

اسلامی فلاجی مملکت اور اس کے قیام کے لئے عملی تجاویز اسوہ نبوی □ کی روشنی میں

## فهرست

- ۱۔ پیش لفظ
  - ۲۔ خبراء تھائیہ
  - ۳۔ خبراء استقبالیہ
  - ۴۔ اختتامی خبر
  - ۵۔ تعارفی کلمات (افتتاحی اجلاس)
  - ۶۔ تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس)
  - ۷۔ کلپری خطر (افتتاحی اجلاس)
- جانب ایف آفی ملک، سکریٹری وزارت مذہبی امور  
جانب غلام اختر خان، صدر مملکت پاکستان  
جانب مولانا محمد عبدالستار رفان عیازی صاحب، وفاتی  
وزیر مذہبی امور  
جانب مولانا محمد عبدالستار رفان عیازی صاحب، وفاتی  
وزیر مذہبی امور  
جانب مظہر رشیع صاحب، سکریٹری مذہبی امور  
جانب مظہر رشیع صاحب، سکریٹری مذہبی امور  
جانب حسنسی محمد کرم شاہ الازمی، حج، شریعت محقق،  
پریم کورٹ آف پاکستان۔

- ۸۔ خصوصی مقالہ (اختیاری اجلاس) ڈاکٹر ایم ایم زمان، ڈاکٹر یکبر جزل، پنجشیل انسٹی ٹیوٹ  
اف ہسٹریکل ایڈ کلچرل ریسرچ، اسلام آباد
- ۹۔ جانب محمد عبداللہ صالح  
دارالعلوم کریمی، جیل باؤن، ملتان روڈ، لاہور
- ۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر شاہزاد  
صدر شعبۃ الرُّغْنَ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔
- ۱۱۔ خواجہ سردار علی  
معرفت عالم کا تھہ باوس، انگر پورٹ روڈ ہنگورہ، جلخ  
سواء۔
- ۱۲۔ پروفیسر عبدالرحمن  
شعبہ علم اسلامی، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
- ۱۳۔ مفتی سید کناہت حسین نقوی۔  
مبر اسلامی نظریاتی کوںسل، مظفر گاہ، آزاد کشمیر۔
- ۱۴۔ سید شہیر حسین ناہد  
نحوں ہیڈ کوارٹر، نیو یکٹریٹ، اسلام آباد
- ۱۵۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید  
شعبہ اسلامیات، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔
- ۱۶۔ محمد سعید خان  
بقام وداک خاں مازی خان ٹیکل، ماں ہرہ، ہزارہ۔
- ۱۷۔ ڈاکٹر غلام سروخان نیازی  
میانوی، ۳۰ ذی، بلوخل روڈ، میانوی۔
- ۱۸۔ ڈاکٹر حافظ محمد یوسف  
ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔
- ۱۹۔ پروفیسر عارف نسیم  
ریٹائرڈ پرسکل، اسلامیہ کالج کالونی، کینال باؤن، پشاور  
یونیورسٹی، پشاور۔

## ابتدائی

اگر ہم چیزے بے بھاعت، بے عمل گناہ، گراناں محض قوت گولائی کے سہارے دنیا کی نعمتیں  
بھی سینیا چاہیں اور عقیقی کی دولت بھی، حیات فانی میں فعل پر و دگار کے حصول کے متعین بھی ہوں اور عالم  
لفانی میں داعی رحمتوں کے خواہش مند بھی، کارزارستی میں سرفرازی و سر بلندی کے جویا بھی ہوں اور  
میدان حشر میں پنجشیل و شفاعت کے طلب گار بھی۔

اگر ہم دل کو اس سرخوشی سے آشنا کرنا چاہیں جو ہر ٹم سے بے یا ز کر دے، ذہن کو اس روشنی  
سے منور کرنا چاہیں جو ہر اندھیرے پر غالب آجائے اور روح کو احساس طہانتی سے اس طرح لبریز کر

چاہیں کہ آسودگی کے کسی کرب کے لیے جگہ رہے تو اس "دانے سل، ختم الرسل، مولائے کل" کے ذکر جیل سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں جس نے "غیر را کو بخفا فروش وادی بینا" ساس باعث تخلیق کا نات پاک ہستی کی مدحت سے نیادہ موروث نجات کا اور راحمات گفانے سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں جو قرآن بھی ہے فرقان بھی، بیان بھی ہے طلبی۔

بُنِيَّ نُوْعِ انسانِ کی تخلیق کا جو سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا، تا ابتدی رہے گا۔ اربوں کھربوں انسان بیبا ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مگر سرورِ کوشش، سرکارِ دو عالم، فخرِ موجودات و رحمۃ للعالیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و دو احاسان ہیں جن کی بخشش کو خود خالق کا نات نے مومونوں پر بڑا حمان قرار دیا ہے۔ لقد من اللہ علی المؤمنین سا ویری باری تعالیٰ کیا احسان ہی کا اعجاز تھا کہ آدم مصطفیٰ □ سے روزاً زل سے مختار و خلیل خیر کا نات میں بخڈک پڑی، نظرت کی تخلیق کا عمل اپنی معراج کو پہنچا، روندی ہوئی انسانیت کو سعادات اور امن کا لافانی منتشر عطا ہوا، حق و صداقت کو زبان می، کذب و افتراء کے بت مذکور کے بل گر گئے، ارض و سما پر محیط علمتیں چھپتیں گئیں اور لطف الہی سے وہ آن قاب ناز و طلوع ہوا جس کے لازوال نور میں انسانیت مایوسی اور نامراوی کی پیشیوں سے اٹھ کر عزت و اقبال اور یقین کی رفتتوں پر فردوس ہوئی، اور خدا کیا اس فرمان کے صدقائی کی کہ "ہم نے بُنی آدم کو ہر چیز" سو لفہد کرمنا بُنی آدم۔

انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے بیوت کا سلسلہ عرصہ دنار سے جاری تھا۔ پھر بخشش محمدی □ کو مومونوں پر بڑا حمان کیوں قرار دیا گیا؟ اس لیے کہ آپ □ انسان کی شخصیت کے ہر پہلو کی جامع اور کامل اصلاح، تطہیر، تجدید و ترقی کے لیے مبوحہ فرمائے گئے تھے۔ آپ □ نے انسان کو عمل کا الہامی خاطبہ بخشا، اس کے قلب کا تراکر کر کے اسے پاک صاف کیا۔ اس کے علم میں انسانی فرملا اور اسے دنائی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ □ کے اس مشکل کوان لفظوں میں بیان فرمایا ہے

بَنَلُوا عَلَيْهِمْ أَيْنَهُ وَبِزَكِيهِمْ وَيَعْلَمُهُمْ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ

(آل عمران: ۱۹۶)

جو ان کو خدا کی آئینیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب اور دنائی سکھاتے ہیں۔

۲۔ □ نے انسانوں کے قابوں کا ترقی کیا تو یوں کہ ہر خوف بجز خوف خدا مٹ گیا، ہر محبت اللہ کی محبت کے نالع ہو گئی، ہر کدورت، ہر کھوٹ دوڑ ہو گئی، فتحی چذبوں اور گراہ خواہشوں کو گام پڑ گئی اور صحت مدد چذبوں اور ثابت قدروں نے دلوں میں گھر کر لیا۔ ۲۔ □ نے ذہنوں کو دنائی عطا فرمائی تو یوں کہ کثتوں و بوں سے کھل نہ سکے اور ٹلفیوں سے حل نہ ہونے والے رازگار یوں اور گلباؤں پر مکشف ہونے لگے۔ ۲۔ □ نے علم سکھایا تو یوں کہ سحر اشیں خانہ بدوش دنیا کو زندگی کے قریبے اور جاہانی کے انداز سکھانے الٹھ کھڑے ہوئے، وہ جو کبھی مرکزیت کے نام تک سے آشنا تھے خود انسانی تجدید و تمدن کا مرکز تراپلے سا اور جو کبھی اپنی جہالت پر فخر کیا کرتے تھے علم و داش کے مداریں گئے۔

یہ انسانی تاریخ کا سب سے عظیم انقلاب تھا۔ ایک ایسا روحانی، وہنی، قلمی، تمدنی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی انقلاب جس نے اعلیٰ وادیٰ کے معیار، عزت و ذلت کے معنی اور کامیابی اور ناکامی کے مقايیں بدل دیا۔ جس نے انسانی ۲ زادی اور حریت ٹکر کا اعلیٰ ترین بلند یوں سے ہٹکنا کیا اور انسانی حقوق کو قابل پامال حرمت اور تقدس بخشنا۔ جس نے غلامی، جبر و استبداد اور احتصال کی ہر ٹھیک اور ہر جنگ اور ہر اکھاڑ پھیکا اور انسانی مساوات، اقتصادی انصاف، سماجی عدل اور اخلاقی پاکیزگی کے ذریعے ایسی معاشرتی ہم ہو گئی پیدا کی کر شیدگی، چیختش اور بے چینی کے تمام تراہاب کا قلع قلع ہو گیا۔

یہ انقلاب چودہ سو سال قبل ہر پا ہوا تھا۔ مگر یہ انقلاب کسی وہی نظریے کی شعبدہ بازی یا کسی عارضی نظام کی کرشمہ سازی نہیں تھا کہ اس کے خدو خال گزرتے وقت کی اگر دمیں چھپ جاتے، یہ انقلاب اس فلسفہ حیات کی عطا تھا جو زمان و مکان کی حد بند یوں سے ماوراء، رہنی دنیا تک ہر دوسرے اور ہر جگہ قابل اطلاق اور قابل عمل رہے گا۔ اس لفاظی حقیقت کے بارے میں یہکی ہی بدگمانی کو کبھی ضعف ایمان پر محول کیا جائے گا کیونکہ دین اسلام ۲۴۷۲ دین ہے جسے خود حق تعالیٰ نے انسان کے لیے پسند فرمایا۔ کاروبار جہاں خالق جہاں کی رہنمائی کی روشنی ہی میں خوش اسلوبی کے ساتھ چلا جا چاہا گا۔ مخلوق کی مرضی سے نہیں جو بزرگ خود کتنی ہی ترقی کر لے ہے حال کم علم، کم فہم اور کتنا واحد لیش ہی رہے گی۔

ہمیں سکھایا گیا تھا کہ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ چوتھے کہیں گے، تکلیف پورا جسم محسوس کرنا ہے۔ پھر کشمیر کے مسلمانوں پر توڑے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا درستہ مسلم ملکوں کے دلوں میں اٹھتا ہے؟ مجھے کشمیری نوجوانوں، بیویوں، بیوتوں اور بچوں کے سینوں میں اٹا ری جانے والی ٹھیکنیں عالم اسلام کے جسم کو کہاں ابھیان کرتی ہیں؟ یونیورز میں گویا کی مسلم آزادی پر برسنے والی گولیوں

سے کتنے مسلم مالک کے یئے چھپتی ہوئے؟ فلسطینیوں کی مسلسل بے وطنی اور در بذری کے مسلسلے میں کون کیا کر رہا ہے؟ برماء کے مسلمانوں کے حال زار پر کتنی آنکھیں ختم ہیں؟

ہمیں حکم ہے کہ ۳۰۰ دین کے لیے جان پر کھیل جاؤ۔ مگر جب سربیا کے کیپوں میں مسلمان قیدیوں سے شرک فوجی طرز پر چھتے ہیں کہتا کہ تمہارا اللہ کہاں گیا؟ تو کتنے مسلمانوں کی غیرت ایمانی جوش میں آتی ہے؟ جب ”نسلی صفائی“ کے نام پر مسلمانوں کے سفا کا نہ قتل عام سے نازیوں کی بربریت کی داستانوں کو شر ملایا جانا ہے تو اسلامی دنیا کا روگیں کتنا شدید ہوتا ہے؟ ہمیں تعلیم دی گئی کہاں اگر دوسروں میں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروادیا کرو اور اگر ان میں سے ایک نیا ولی پر آمادہ ہو تو سب مل کر اس کا مقابله کرو۔ پھر کوہت پر عراق کی لٹکر کشی کے خلاف کتنے مسلم مالک ہیں پر ہر ہر ہے؟ افغانستان میں بھائی کے ہاتھوں بھائی کے بیٹے غون کرو کئے کے لیے اسلامی مالک کی طرف سے بھگ بندی کی کتنی کوششیں کی گئیں؟

ہمیں تلقین کی گئی کراس وقت تک کھانے سے ہاتھ روک کر کھو جب تک کہ یہ یقین نہ کرو کر تمہارا بھوکا نہیں۔ پھر اسلامی دنیا کے امیر ترین ملکوں کے میمن ۳۰۰ دس میں قحط اور بھوک سے مرنے والے ہزاروں مسلمانوں کی لاشیں کیوں کرکر ڈھونی جا رہی ہیں؟ پر تکلف دستِ خداوند سجانے والے کس دل سے صومالیہ کے سانس لیتے ہوئے ہیں کے ذہن اپنے کی تصاویر دیکھتے ہیں۔

ہمیں خطہ بجھے الوداع کی محل میں انسانی حقوق کا پہلا جامع منشور عطا ہوا۔ ہمیں ایک دوسرے کی جانب، مال اور آسموں کا امن اور حقوق کا پاہان ہنا گیا۔ ہمیں ہم نے مجتہ، اخوت، رواہری اور مساوات کا وہ سبق کچھ ایسا بھلا دیا کہ اپنے شرف انسانی کے نام نہاد ٹھیکیدار ہم پر انسانی حقوق کی پامالی کی پچھتی کرتے ہیں۔ جاہل اندتو ہمات اور فرسودہ رواہیات کے بہت توڑنے والوں کو رجعت پندری کا طعنہ دیا جاتا ہے اور دین نظرت کی روشن خیالی کے علم برداروں کو بیلہ دپر سست ٹھہرا لیا جاتا ہے۔

ہمیں تو عزت و شرف والی قوم ہنا گیا تھا۔ ہمیں تو اقوام عالم کی امامت کے لیے چاہا گیا تھا۔ پھر ہمارے حصے میں ذلت و خواری، تفحیک و حسمر اور خاک بسری کیوں آتی؟ کیوں ہر کنٹھ ترقی گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر؟ سیاسی تازعات، باہمی آور ہنریں، خانہ جنگلیاں، پسندگی، غربت، جہالت، خود اعتمادی کا نہاد ان اور عدم تحفظ کا احساس یہ سب ہما مقدر کیوں بن گیا ہے؟

ان تمام اجنبی کرہا کے معاولوں کا جواب وہی ہے جو مقابل نے ”جباب ٹھوہو“ میں دیا تھا۔

کون ہے تاریک آئین رسولی بخاری؟

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟  
 کس کی آنکھوں میں سلا ہے شعارِ غیار؟  
 ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟  
 قلب میں سور نہیں، روح میں احساس نہیں  
 کچھ بھی پیغامِ محمد کا جھینیں پاس نہیں!  
 اگر ہم پیغامِ محمد کا پاس نہیں کریں گے، اگر ہم قرآن مجید کو طلاق سے اڑا کر اپنی انفرادی  
 اور اجتماعی زندگیوں میں عملاً جاری و ساری نہیں کریں گے، اگر ہم عشق نبی ﷺ کا انکھاً رصرف سیرت کے  
 جلوسوں اور میلادی محظلوں میں کرتے رہیں گے تو ہمارے اپنے قول و عمل کی سوئی بنانے سے گریز اس رہیں  
 گے تو ہمارے لیے اس عذاب سے مظرِ مکن نہیں ہوگا جس کی تسبیح خود دناءے علمی و فہرستی کی ہے:  
 واتبعوا حسن ما انزل اليکم من ربکم من قبل ان ياتيكم

العذاب بخثة و انتم لا تشعرؤن (زمر: ۵۵)

اور اس سے پہلے کتم پر پا گہاں عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو، اس نہایت  
 اچھی (کتاب) کی، جو تھا رے پروگرام کی طرف سے تم پر پا زل ہوئی ہے،  
 ہیروی کرو۔ (فلامِ الحلق خان، صدر پاکستان)

## افتبا سات

۲ جکل عام طور پر فلاجی مملکت ایسی مملکت کو کہا جانا ہے جہاں کے باشندے غوشمال اور فارغ  
 البال ہوں۔ جہاں غربت و افلاس اور بے روگاری کا خاتمه کر دیا گیا ہو۔ ہر شخص کو ضروریاتِ زندگی  
 فراواں مقدار میں آسانی سے میسر ہوں۔ پیاروں کے لیے بہترین علاج کی اعلیٰ سہیتیں مفت مہیا کی جاتی  
 ہوں۔ جہاں ہر شہری کے لیے ہر قسم کی تعلیم کا بہترین انتظام ہو۔ تعلیم کے جملہ اخراجات کی کافیت حکومت  
 کی ذمہ داری ہو، زندگی پر کشش، آرام دہ اور اندریشہ ہائے سودا زیاد سے آزاد ہو جنکن اس فلاجی مملکت  
 کے سربراہان اور ارباب بست و کشاووں کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کے شہریوں کا اپنے خالق و  
 مالک سے رہنمی عبور دیتے تھام ہے بلکہ اس سے خواری، قابازی، فسق و فجور اور دیگر قباقوں پر کوئی پابندی

عائد گھنیں کی جاتی۔ ان کی ساری خوشیاں، ساری کامیابیاں اور جملہ مسامی اس چند روزہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ پر قبیل ہانے پر مرکوز رہتی ہیں۔ وہ زندگی، جو اس جان فانی سے رخت سفر بارہ ہمیشے کے بعد شروع ہو گی اور جو پلیاں ناپڑیں ہو گی۔ اس کو پرستی ہانے کے لیے انہیں کچھ گھنیں بتایا جاتا۔

ایسی پر قبیل اور تکمیر ۲۰۰۰ سے ۲۱۰۰ نظام زندگی کی تعریف میں زین و آسان کے قلبے کیوں نہ ملا دیئے جائیں اور اس نظام کو اسلامی تکمیر و ایش کا معراج ہی کیوں نہ تصور کر لیا جائے لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ زندگی بھی فانی ہے اور فانی زندگی کی راستیں بھی چند روزہ ہیں۔

اس کے بر عکس اسلام جس انسانی معاشرہ کو قائم کرتا ہے اور اسے فلاحتی ملکت ہونے کا اعزاز بخفا ہے وہ مکمل اور ناتمام فوری کامرانی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ نوع انسانی کو ایسا نظام حیات مرحمت کرتا ہے جس کو اپنا کرو دوں ہوں جہاں میں سرخراو اور کامیاب ہوتا ہے جب تک وہ اس دنیا میں زندہ رہتا ہے اس کا وجود ایک چشمہ فیض ہوتا ہے جس کے مختذلے اور شیریں پانی سے بلا انتیاز ہر کس وہاں پہنچنے کی کوئی دشمنی کرنا ہے جہاں سے اس کا گزر رہتا ہے وہ نور کھیرتہا چلا جاتا ہے۔ اور جب عالم فانی سے عالم بھاکی طرف سدھارتا ہے تو شاہراہ حیات پر اس کے قتوش پا کارہ ان انسانیت کے لیے خضراء کا کام دیتے ہیں اس کی پا کیزہ اور بے لوث زندگی کے خدوخال، عزیمت و استقامت کی منزل کے مسافروں کو دلوں کا زہ سے سرشار کرتے رہتے ہیں۔

نبی رووف و رحیم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے اسلام جو دین فطرت ہے کے پرچم کے نیچے جس فلاحتی اسلامی معاشرہ کا سانگ بنیاد رکھا حضور ﷺ نے اس نظام کو صدق دل سے قول کرنے والوں اور اس پر عمل پیروں نے عزم حکم رکھے والوں کو دوں ہوں جہاں میں کامیاب و کامران ہونے کی شانست دی اس دنیا میں بھی خیج و کامرانی کا پرچم اہم اتر رہیں گے اور ۲۰۰۰ سے میں بھی انہیں پلیاں ناپڑیں ہو را بیدی خوشیوں سے شادکام کیا جائے گا۔ جہاں ان کا بزر پرچم اہم اناہو گاہ وہاں فقر و غلام کے نخوس اندھروں کی جاں نہیں ہو گی کرو ہاں اپنے قدم جھاسکیں۔ کسی کا حق چھیننے بغیر، کسی کی آزادی عمل و گفتار سلب کے بغیر، کسی پر ظلم و تشدیکے بغیر اس معاشرے کے ہر فرد کی جلدی ضرور توں کو مہیا کرنے کا ایسا خود کار نظام قائم کر دیا جائے گا کہ جب تک اس نظام کے علمبردار اس کی تعلیمات کی حقانیت پر ایمان حکم رکھیں گے اور اس پر صدق دل سے عمل پیروں گے۔ تو انہیں کسی بڑی سے بڑی ترقی یافتہ اور مادی و مالی سے مالا مال حکومت کے سامنے کا سرگلہ تی لے کر جانے کی ذلت گوا را نہیں کرنا پڑے گی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے غیر محدود خداونوں کے

منان کے لیے کھول دے گا۔ اس کا اپنے وفا شمارا اور فرمائیدا رہنوں سے یہ وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو بھی پورا کیا کرتا ہے۔ آپ بھی اس ارشادِ ربائی کو گوش ہوش سے میں اور جس دینیادی اور رحمائی خوشحالی کا مشروطہ اس ارشادِ الہی میں دیا گیا ہے اس کی حقانیت اور صداقت پر صدق دل سے ایمان لے ۲ کیس تو آپ کی راہِ عمل میں شیاطین جن و انس نے ٹھوک و شہادت کے جو کائنے بکھرے ہیں خود بخود سنتے چلے جائیں گے۔ آپ کا خدا جو قادر مطلق بھی ہے اور حکیم و رحیم بھی اس کا ارشاد ہے:

ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم برکات من

السماء والارض ولكن كذبوا فاخذنا هم بما كانوا

یکسیبون ۰ (۷:۹۶)

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کر جئے تو ہم ضرور کھول دیجئے  
ان پر برکتیں آسمان اور زمین کی۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا ہمارے رسولوں کو تو  
کپڑا یا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتے توں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

آپ اس آہت میں خور فرمائیں کہ یہ وعدہ کن لوگوں سے ہے اور جن صفات کے باعث یہ  
 وعدہ ان سے کیا گیا ہے کیا ہم میں وہ صفات کا حضر پائی جاتی ہیں اور کیا ہم اس قابل ہیں کہ اپنے آپ کو  
ان خوش نصیبوں میں شارکریں جن سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔

خیرو فلاج انسانیت اور بہبود آدمیت کے ای فلسفے پر آج سے تقریباً ڈینہ ہزار برس پہلے۔  
اسلامی فلاجی مملکت کا قیام ۱۴۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں محسن اعظم ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت عمل میں آیا۔  
وہ مملکت دس سال کے قبیل عرصے میں جزیرہ نماۓ عرب کی پوری سر زمین پر محیط ہو گئی اور دینی و دینی  
 تمام مقاصدی تحریکیں کرتے ہوئے خیرو فلاج کی جملہ رفتگوں کو حاصل کر لیا۔ اس ریاست و مملکت کی کامیابی  
و کامرانی کے اسہاب و معوال کا جائزہ اور اس کی خصوصیات کا بیان بیقینا بے محل سمجھا جائے گا۔ عبد بنوی صلی  
الله علیہ وسلم میں فلاجی کی ثابت سرگرمیاں اور ان کے بہترین نتائج سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تجویہ،  
تمدید اور تقدیر کے ذریعے صورت حالات میں انقلاب لایا جاسکتا ہے اس لیے پاکستان میں موجود حالات  
سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، غور و فکر کے نتیجے میں جو تجویز سائنسے ۲ کیں ان پر جامع منصوبہ بندی  
کے بعد ضروری تمدید احتیار کرنی جائے اور انجام کو اللہ کے پروردگار دیا جائے تو خیرو فلاج کی بیقینا امید کی

جا سکتی ہے۔ اور حالات میں مناسب تجدیلی فلاحی مملکت کو منتظر کر سکتی ہے۔ اس طبقے میں ضروری تجویز پیش کرنے سے پہلے چند وضاحتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) اول یہ کہ عہد رسالت میں فلاحتی مملکت کا قیام و احکام دراصل اس نظام زندگی کے ثرات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الی کی روشنی میں اپنی بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر فرانکل رسالت و نبوت ادا فرماتے ہوئے تمام فرملا تھا۔ انسانی نظام زندگی کو بھیت بھوئی آپ نے جو رنگ و آہنگ بخشنا اور جسمانی و روحانی تطہیر کے ساتھ جن خطوط پر استوار فرمایا اور باشدگان ریاست جس راہ عمل پر راضی ہو گئے وہ ایک عرصہ کی تعلیم، تراکیہ اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مملکت اچاک قائم نہیں ہو گئی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تسبیح لزوم کی فلاحتی مملکت کو اس کے اصل مذہب سے ہنا کرد کیجنا مناسب نہیں۔

(ب) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بحث و نبوت کا مقصود اصلی، مملکت کا قیام اور حکومت کا حصول نہ تھا مگر ہاں ایک ایسے معاشرہ کی تکمیل و تعمیر اور ایسے حالات کی صورت گری بہر حال ضروری تھی جن سے کارنبوت و رسالت نتیجہ خیر ہت ہو سکے اس ضمن میں خوشنودی رب اور رخائے الی کے حصول کی تکمیل۔ معاشرہ میں دفع فسا و اور عدل و قسط کی عمل داری کے لیے کوشش اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے استعمال کے لیے مداراہ اور مال کا رغبہ و دین حق کی سرفرازی اور مراحم قوتوں کی بچپانی کے انتظامات کرنا۔ بہر حال آپ □ کے فرانکل حصی میں داخل تھا۔

(ج) تمام انسانوں کے لیے عموماً اور اہل ایمان کے لیے خصوصاً "فلاح" (اپنے وسیع معنوں میں) کی طلب وہ غایت اولی ہے جس کے حصول کے لیے حضور سید الانبیاء، جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شب و روز اس وقت بھی وقف کر رکھتے تھے، جبکہ بالفعل آپ □ نبوت و رسالت سے بھی سرفرازی ہوئے تھے۔ چنانچہ "خلف الفحول" کا وہ مشہور معاہدہ جس میں حضور رسالت تاب □ نے میں سال کی عمر میں پیش نہیں شرکت فرمائی اور اس جیسے کسی معاہدے میں شرکت کے ہمیشہ ممکنی رہے دراصل فلاج و بہبود انسانیت کا بہترین نمائندہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے مقاصد میں غرباء و ضعفاء اور مظلومین کی دلگیری، ملک سے بدمانی کا خاتمه، مسافروں اور نوادرadoں کے جان و مال کی حفاظت اور زیر دستوں کمزوروں کو ظالموں زبردستوں کے مظالم سے نجات دلانا شامل تھا۔ (۲۳) اس طرح تعمیر کعبے وقت تھیسیب مجراسوہ کے مرحلہ پر قریش مک کو بہت بڑی خانہ جنگی سے بچالیما بھی یقیناً "فلاح انسانیت" کی

عظمیم خدمت تھی۔ پھر منصب رسالت و نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد آغاز دعوت میں ہی قولوا لا الہ  
الا اللہ تخلیعون کا اعلان، ابتدائی مرحلہ تخلیع میں یہ وفتوریں کے سامنے یہ پیش کیں کہ ”اگر تم وہ قبیل کرو  
جسے میں پیش کر رہا ہوں تو اس میں تہاری دینی اور آثارت دونوں کی بہتری (فلح) ہے“ اور اس ابتدائی  
دور میں ہم وطنوں کو یہ یقین دہانی کہ ”ایک لگنہ ہے (کلمہ اسلام) اگر تم اسے اختیار کر لو تو اس کے نتیجے میں  
میں سارا عرب تھارے زیر گنگیں اور تمام گھم تھارے نالع فرمان ہو گا، یہ ایسے مختی خیر ارشادات رحمۃ  
لل تعالیٰ میں ہیں جو فلاج و بہبود و دعیت و انسانیت کے بہترین رحمات کے عکاس ہیں۔ یہ رحمات جو کسی  
وقت و اقتدار کے بغیر پروان چاہ رہے تھے۔ واحصل لی من لدک سلطانا نسیرا کی دعا کے بعد فلاحی ملکت  
کے قابل میں داخل گئے۔

(د) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ”فلاحی ملکت“ کو اپنے عہد مبارک میں قیام و  
استحکام عطا فرمایا تھا اسے آپ  کے چاثار خلفاء کے عہد میں عموماً اور حضرت عمر فاروق کے دور میں  
خصوصاً ایسی رفتتوں سے ہونکر رہوئی اور اپنی کیفیت و کیفیت دونوں لحاظ سے یہ انسانی فلاحی سرگرمیوں کے  
حوالے سے اس درجہ کمال کو پہنچی جس تک عہدہ جدید اپنے وسائل کی تمام فراہمیوں اور ایجادات و اختراعات  
کی حشر سامانیوں کے باوجود پہنچیں پہنچیں سکا۔

محضرا یہ کہ ان پر عمل کرنے کے بعد اس اسلامی فلاحی ملکت کا انتشار کچھ یوں سا ہو گا:-

اس کا معاشری نظام لا محالة ایسا ہو گا جو کہ اجتماعی زرکروں کے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۔ وہ دولت کیانے اور خرچ کرنے کے طریقوں پر ایسی پابندیاں لگانے کا ایسا ہو کہ جو ایک

متوازن معیشت قائم کرنے کا باعث ہیں۔

۳۔ اس میں معاشرے کے پچھلے طبقے کے لیے اجتماعی تحفظ کا نظام موجود ہو۔

۴۔ اس نظام کی وجہ سے دولت کا پھیلا وسیع سے وسیع ہو۔

۵۔ اس اور بہت زیادہ امارت اور حد سے زیادہ خربت مطلقہ ہو جائے۔

۶۔ اس میں متوسط طبقہ اکثریت میں ہو۔

۷۔ اور ایسے افراد بہت کم رہا جائیں اپنی مبنی وی ضروریات کی فراہمی کے لیے ریاست  
کی مدد کی ضرورت ہو۔

۸۔ اس کی معیشت حلال و حرام، خیر و شر اور جائز و ناجائز کے شرعی اصولوں پر قائم ہو گی۔

دینا میں اسلام کے نظامِ معیشت کے علاوہ اور کوئی ایسا نظام نہیں جو ان سب شر انکو پورا کرنا ہو اور صحیح فلاحی رسالت و جود میں لانے کے قابل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جس حکم کی فلاحی رسالت اسلام نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر قائم کر کے دکھادی تھی۔ یورپ اپنی عظیم الشان مادی ترقیوں کے باوجود اس جمیں مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

## اختتامیہ

اللہ تعالیٰ جل جہاد نے قرآن کریم میں فرمایا کہ تم لوگوں کو جو چیز رسول کریم دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ساری زندگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہے۔

اس لیے ہمارے دلوں میں چنتا چند پر محبت رسول ﷺ پیدا ہو گائے ہی ہمارے عمال صالح ہوں گے اور اس کے نتائج بھی اللہ تعالیٰ کے فعل و کرم سے ہر لمحہ ظلمت کے لیے بہتر اور قیمتی ہوں گے۔

ادب گاہیت زیر آہان از عرش نازک در  
فس کم کرده ہی آمد چنیدہ و بازیتی ایں جا  
کس نہ باشد در جہاں خجاج کس  
نکھل شرع نہیں ایں است بس  
حدیث شریف میں یہ ارشاد ہے کہ ایک وقت ایسا ۲۱ے گا کہ میری امت کا کوئی شخص  
 حاجتمندوں سے کہہ گا مجھ سے کوئی چیز لے لے تو وہ کہیں گے ایں اب ضرورت نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تمہارے حاکم نیک ہوں گے، دولت مندرجی ہوں گے، امورِ ہمی مشاہد سے چلیں گے تو زمینیں اندر سے خزانے اگھیں گی۔ جب تمہارے امراء اہل شر ہوں گے غنی لوگ بکھیں ہوں گے اور تمہارے امورِ عورتوں کے پردوہوں گے تو روزے زمین سے برکت اٹھ جائے گی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت علیؓ سے اس بات کا اعلان کرنے کے لیے فرمایا کہ ہماری مملکت میں جو لوگ حاجتمندوں کا رہنا ہے ان کی ضرورتیں میں پوری کروں گا۔ اپنے یہاں تک فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی مقرض و قرض ادا کر سکتا ہو تو اس کا قرض بھی میں ادا کروں گا۔ ایسے تمام لوگ

میرے کھاتے میں ذال وہ۔

حضرت حاجی امام والدہ مجاہر کنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بات کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زمان و مکان کی پابندیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جانور بھی محبت کرتے تھے۔ آپ کو پچھانتے تھے۔ مدینہ منورہ کے ایک محلے سے آپ گزر رہے تھے کہ ایک اوٹ نے آپ کو کچھ کریبلہ نما شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ فرمایا تیر استقامتنا میرا فرش ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اوٹ کی باشیں میں تو فوراً اس کے مالک کو بلا بھیجا۔ آپ □ نے اس کے مالک کو سمجھایا کہ تم دیکھتے ہیں یہ ذہنی ہے اور تم اس پر بوجھ لادتے ہو۔ خوف خدا کرو ساس کا علاج کرو اور جب تک یہ تھیک نہ ہو جائے اس پر بوجھ متلا دو سایک دن ایک اوٹ نے مسجد نبوی میں آ کر آپ کے قدموں پر سر کھو دیا اور سمجھایا کہ حضور □ نے صحابہ کو سمجھایا کہ یہ ذہنی ہے اور مجھے بتانے آیا ہے کہ اس کا مالک اس پر اس کی طاقت سے نبلا دیو جھوڈا ہے۔ تندی میں مردی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے علی یہ پہاڑیاں یہ جھاڑیاں تیرے نبی پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتی ہیں۔ جب آپ کو واحد پر تشریف لے گئے تو وہ آپ کی آمد پر خوشی سے جھومنے لگا۔

حضرت علامہ اقبال سے کسی نے تجуб سے پوچھا کہ پھاڑ کیسے قص کرنے لگا انہوں نے فرمایا اے نادان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بیست لزوم سے پھاڑوں میں جان پڑ گئی۔ اسی طرح مسجد نبوی میں رکھے ہوئے اسٹوانہ حاتم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں روشن شروع کر دیا تھا۔

است حقان در بحر رسول فرهی زد پچھو ارباب عقول

حضرور صلی اللہ علیہ وسلم نے استحقان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا "تم روتے کیوں ہو، حشر میں تم

میرے سامنے چھوگئے۔"

مولانا رشید احمد گلگوہی کہتے ہیں جس شخص نے حیر اور قریر اشارہ کیا تھا، ایہام و ایضاخ سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوا اور جب انتہل کھرا۔ ہمارے ایمان کا مذاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

اس محبت کی چاشنی اولیٰ قریب سے پوچھنے جو اپنے گریبان اور قلب و چان کے سامنے حضور کی زیارت کے لیے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاد کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ ادھر اولیٰ

قریٰ کی والدہ پارکھیں ساس لیے وہ واپس چلے گئے اور حضور سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان کی بنتا بیان بتا دیں اور حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اگر اس سے ملوٹو میرا سلام کہنا اور میری امت کے لیے دعا کے لیے بھی کہنا۔  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے تعلق و نسبت بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے اگر ہم اس نعمت کو قائم و دائم رکھیں گے تو ہم میں باہمی محبت والفت اور یا گفت پیدا ہو گی اور راتھادین اُسلیمین کے عمل مظاہر ہوں گے  
 (مولانا محمد عبدالستار خاں یازی)

## قومی سیرت کانفرنس

### موضوع

### دور حاضر میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی ضرورت اور اس کے لیے عملی تجویزیں

## فہرست

|  |   |
|--|---|
| سکریٹری و نارت مددگری امور   | پیش لفظ   |
| ۱۔ اقتتاحی خطبہ<br>صدر پاکستان جناب و سید جمادا حب۔                                      | ۱۔ اقتتاحی خطبہ   |
| ۲۔ اختتامی خطبہ<br>وزیر اعظم پاکستان جناب مصطفیٰ قریشی صاحب۔                             | ۲۔ اختتامی خطبہ   |
| ۳۔ خطبہ استقبالیہ (اقتتاحی اجلاس) وزیر مددگری امور جناب جنگل (ریاض احمد) عبد الغفور سلام | ۳۔ خطبہ استقبالیہ (اقتتاحی اجلاس) ایضاً   |
| ۴۔ صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات) ایضاً  | ۴۔ صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات) ایضاً   |
| ۵۔ خطبہ استقبالیہ (اختتامی اجلاس) ایضاً  | ۵۔ خطبہ استقبالیہ (اختتامی اجلاس) ایضاً   |
| ۶۔ تعارفی کلمات، (اقتتاحی اجلاس)   | ۶۔ تعارفی کلمات، (اقتتاحی اجلاس)  |
| ۷۔ تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس) سکریٹری مددگری امور، جناب محمد لطف اللہ مفتی صاحب        | ۷۔ تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس) سکریٹری مددگری امور، جناب محمد لطف اللہ مفتی صاحب |

## حرف آغاز

نظام مصطفیٰ سے مراد اس نظام سے ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

باقیوں تین سال کے اندر بھیل کو پہنچا۔ جس کے فناو کے لیے آپ احکم الحاکمین کی طرف سے مامور تھے۔ اس نظام کے ذریعے اسلام کو باقی تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ فصیب ہوا اور جاہلیت کے تمام دستائر مٹ گئے۔ اللہ رب العزت کا یہ وعدہ پورا ہو گرہا۔

ہو الٰذی ارسَلَ رَسُولَهِ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَ عَلَى الْمِنَافِعِ

کلمہ (سورہ القصہ: ۹)

وَهُوَ ذَٰلِيٌّ رَسُولُهُ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کو ہدایت اور دین  
حق کے ساتھ پہنچانا کا سے تمام ادیان پر غالب کر دے۔  
نظام مصطفیٰؐ کی بنیاد پر تعالیٰ کے ارشاد پر ہے۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمْرُ الْعَبْدِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۲۰:۱۲)  
ان الحكم الا لله امر العباد لا يعلمون

وَلَكُنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۲۰:۱۲)  
حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم فرمایا ہے کہ بندگی صرف اس کی کرو۔ یعنی  
دین قائم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

### نظام مصطفیٰؐ کی خصوصیات

حضور ﷺ نے جس نظام کی بنیاد پر کمی اس کی خصوصیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔  
اس نظام کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ حکیمت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ساری کائنات پر اللہ  
تعالیٰ کا حکم رواں رواں ہے۔ اس لیے بندوں پر بھی اس کا حکم چنان ہے۔ قرآن مجید کی جن آیات میں  
قانون الٰہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ان کا حوالہ ذیل کی آیات میں موجود ہے۔ النساء: ۵۶، ۸۰، ۸۱، ۹۰، ۹۱،  
الحاکمۃ: ۳۴، ۳۵، ۳۷، الاعراف: ۳، یوسف: ۳۰، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، الحزاد: ۳۶، الحشر: ۷۔

اس موضوع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مددجہ ذیل ارشاد واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ  
فرائض مقرر کئے ہیں اُنہیں خالق نہ کر کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں اُنہیں نہ قررو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں اُن سے  
تجازہ کرو۔ اور کچھ حدود کے بارے میں سکوت فرمایا ہے۔ لیکن اس کے کام سے نیا نا لائق ہوا ہو ان کی  
کھوچ میں نہ پڑو۔ (مکملہۃ بحوار دارقطنی باب الاعتمام بالكتاب والسنۃ)

اس نظام کے تحت نافذ شدہ قانون سب کے لیے برابر ہے۔ عدل و انصاف سب کے لیے

کیساں ہوا چاہئے ساس نظام کے تحت قانون کے معاٹے میں چھوٹے بڑے کے درمیان کوئی امتیاز نہیں۔ ارشاد و مددی ہے۔

و امرت لاعدل بیسکم (الشوریٰ: ۱۵)

اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے بدل دیتے ہوئے دیکھا (بخاری کتاب الحرام ص ۱۶) اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ویڈا واضح ہے۔

تم سے پہلے جو اتنیں گذری ہیں وہ اسی لیے چاہ ہو کیں کہ وہ لوگ اپنے سے کمزور دینہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے۔ اور اونچے دینہ کے لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ تم ہے اس ذات کی جس کے بقدر تدریت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر محمد کی اپنی بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا باغھکاٹ دینا (بخاری کتاب الحروم واب ۱۲)

تیری خصوصیت اس نظام کی مساوات پر مبنی ہے لیکن سب مسلمان بالا ماحقرگ و نسل، زبان و ملن کسی فرہ گروہ یا جماعت کو کسی حیثیت سے بھی دوسروں پر فویت حاصل نہیں۔ سب مسلمان ایک «سرے کے بھائی ہیں» (الجرات ۱۰)

**حضور □** کا ارشاد ہے۔ لوگوں لو تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں کالے کو گورے پر اور گورے کالے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (تغیر روح الماعنی)  
**نظام مصطلح □** کی چوتھی خصوصیت اس اصول پر ہے کہ اس نظام کے تحت قائم ہونے والی حکومت کی حیثیت امانت الہیہ کی ہے اس لیے حکومت کے منصب پر صرف خدا تریس لوگ ہی فائز ہو سکتے ہیں۔ بیہاں میں مانی کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ اس نظام کے تحت صاحب منصب اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہے۔ ہر شادربانی ہے۔

ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها و اذا حكتم بين

الناس ان تحكموا بالعدل ط (۵۸:۷)

اللہ جمیں حکم کرنا ہے کہ امتحیں اہل امامت کے پسروں کو اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

ای خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے دیگر ممالک کے اعتراض کے باوجود حکومت میں کوئی ذمہ داری پر نہیں کی۔ کیونکہ تو قومی کے باوجود حکومت کا بوجو جو اٹھنے کے تحمل نہیں ہو سکتے تھے (کنز العمال: بحوالہ خلافت و ملوکیت)

**نظام مصطلی** □ کامراج شورائیت کا ہے لیکن انتظامیہ کے سربراہ کو حکومت کے معاملات میں مسلمانوں کا مشورہ بطور رکن کا چاہئے۔ اس بارے میں قرآن کی دو آیات ہیں ”مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں“ (الشوری: ۳۸) ”او را سے نبی معاملات میں ان سے مشورہ کرو“ (آل عمران: ۱۵۹) نظام مصطلی اپنی خصوصیت کے اعتبار سے اس بات کا پابند ہے کہ نہیں کو اپنی قلم رو میں فروغ دے اور برائیوں سے منع کرے۔ اس موقع پر قرآن کی دو سورتوں سے دو آیات کے حوالے موجود ہیں (انج: ۴۲ آل عمران: ۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بڑا واضح ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت عرف معروف میں ہے (مسلم کتاب الامرۃ) نظام مصطلی □ کی خصوصیات ہیں جن کی بدولت حضور رسالتاً بلالی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت قائم کئے گئے نظام کے اندر ہر فرد کو امن اور خوشحالی نصیب ہوئی اس مثالی فلاحی رہاست کو بعد کے ادوار میں وسعت نصیب ہوئی تو اس مملکت کی حدود شرق میں ترکستان اور وادی سندھ تک پہنچیں اور مغرب میں افریقیہ کے پیشہ مالک مسلمانوں کے قبضہ میں ۲۷ سال کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیاثارت پوری ہوئی۔

حضرت خباب بن ارشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مم نے کہ کے اس دو رہیں جب کہ کفار شرکیں نے مسلمانوں پر مصاحب کے پھر توڑا لے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے مصاحب کی ٹھکانت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ایک چادر کے ساتھ تکلیف کائے کہبہ کے سامنے میں آنام فرمائے تھے ہم نے عرض کی۔ پا رسول اللہ آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد کی درخواست کیوں نہیں کرتے۔ یہ سن کر حضور □ کا پھرہ مبارک سرخ ہو گیا اور بینٹھ گئے اور فرمایا۔

تم میں پہلے ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں کہ ان میں سے بعض کو ان کے وشتوں نے کچڑا اور ان کے لیے زمین میں گڑھا کھو دیا گیا پھر لوہے کا آرالا بیا گیا اور ان کے

سر پر رکھا گیا دشمنوں کی یاد ہے ان کو دین حق سے نہ بچیرے گی۔ پھر لو ہے کی گلگھی  
لائی گئی اوس سے ان کے گوشہ اور بڑی کوٹیں جدید عینہ کیا گیا یہ اذمیت بھی ان  
کو دین حق سے نہ بچیرے گی اور اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو غالب کرے گا۔ یہاں  
بھک کر ایک آدمی صناء سے حضرموت تک اس صورت حال میں سفر کرے گا کہ  
اس کو کوئی چیز نے والا نہ ہو گا اور وہ صرف اللہ سے ذرے گا۔ اور بچیرے یہے،  
بچیرے بکریوں کی حفاظت کریں گے۔ لیکن تم لوگ جلدی مجاہت ہو (بخاری، محدث)

رجال حول الرسول۔ خالد محمد خالد)

قائدِ اعظم نے پاکستان کے قیام سے قبل اور بعد دونوں الفاٹیں پاکستان کے قیام کا مقصد  
ایک اسلامی ریاست قرار دیا ہے۔ جہاں اسلامی شریعت نافذ ہو گی۔ اسلامی قانون اور آئین ہو گا۔ بدستی  
سے پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ایسے حالات پیدا ہوئے کہ نظامِ مصطفیٰ یا اسلامی قانون کے نفاذ کا  
خوب شرمدہ تجیرہ ہو سکا۔ قائدِ اعظم کی حرمت، خان لیاقت علی خان کی شہادت، آئے دن حکومتوں کی  
تمہاری، پھر مارٹل لاء کے نفاذ چیزیں پے درپے حادثات نے ہمیں اپنے مقصد سے دور کر دیں۔ اس کے بعد  
ایک ایسا درجہ بندی ہوا جس میں سرکاری سطح پر پاکستانی عوام کو پاکستان کے قیام کے مقصد سے دور رکھئی  
کوکش کی گئی۔ یہ کہا گیا کہ قائدِ اعظم کا مقصد ایک ایسی ریاست کے قیام سے تھا جس کی بنیاد سو شلزم پر  
ہے۔ اس کی خاطر اسلامی سو شلزم کا نفرہ کالا گیا۔ نظامِ مصطفیٰ کے بارے میں کہا گیا کہ نئے حالات اور  
واقعات میں اس کی نئی تجیرہ ہوتی چاہئے۔ اور اب ہو جو دو حالات میں کہا گیا ہے کہ نظامِ مصطفیٰ سے مراد  
ایک ایسے نظام سے ہے جو پاکستان میں رہنے والے سب عوام کے لیے قابل قبول ہو۔ اس حرم کی سب  
بائیں دراصل نظامِ مصطفیٰ کی منزل کو دور سے دور تر کرنے کے مترادف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نظام  
ِ مصطفیٰ کے قیام میں جس قدر تغلیل اور انوکھا ہمارہ ہیں گے اس قدر راس ملک کی مشکلات میں اضافہ ہو گا۔  
اگر ہم اس روئی میں مغلس ہیں کہ زادِ مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقش پر ہم نے زندہ رہنا ہے تو پھر  
حکومت، حزب اختلاف، جملہ دینی اور سیاسی جماعتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نظامِ مصطفیٰ کے قیام میں  
مشترک راجح عمل اپنائیں۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس کے مختلف طبقوں، جماعتوں، قبیلوں کے درمیان سماں  
اسلام کے کوئی قدر مشترک نہیں۔ اور اسلام ہی وہ قوت ہے جو مائل پامحتا راجزاً کو ایک «سرے سے  
مل سکتا ہے۔ اہل پاکستان کے پاس اسلام کے بغیر کوئی ایسا نسب امین نہیں جو ان کی زندگی میں حارت اور

دلوں پیدا کر سکے اور ان کے حظ و بقا اور نشوونا کا باعث ہو۔ (پروفیسر مجتبی الرحمن)

## عنوانات

- ۱۔ جناب پروفیسر محمد شریف سیالوی پیغمبر ارادارہ علم اسلامیہ بہا الدین زکریا یونیورسٹی، ملکان۔
- ۲۔ جناب پروفیسر مجتبی الرحمن صاحب ذا ریکٹر فیس، آزاد کشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد
- ۳۔ سیدنا کریمہ صاحب صدر ادارہ معارف سیرت، اسلام آباد
- ۴۔ جناب پروفیسر محمد رشدخان بخشی ۱۵۲ گارڈن بلاک، نیو گارڈن ناؤن، لاہور
- ۵۔ جناب اقبال اسلام صاحب ۲ شیانہ قبال، ۱۔ وارث کالوی، وحدت روڈ، لاہور۔
- ۶۔ جناب پروفیسر ذاکر عبدالرشید صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی
- ۷۔ جناب پروفیسر عبدالرحمن صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ہوچتاں یونیورسٹی، کوئکہ
- ۸۔ جناب ذاکر محمد سعید صاحب ایسوی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج گوسن روڈ، ملکان
- ۹۔ جناب ذاکر فضل احمد صاحب شعبہ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی، کراچی
- ۱۰۔ جناب اشرف شاہین قیصرانی صاحب استشٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، ہوچتاں یونیورسٹی، کوئکہ
- ۱۱۔ محمد قائم خان صاحب ایڈو کیٹ، ماہرہ، ہزارہ،
- مکان نمبر ۱۰۲۳، اگلی نمبر ۱۰۲۴، جی ٹین فور اسلام آباد
- ۱۲۔ جناب ذاکر محمد سعید صاحب

## اقتباسات

دنیا اور آخرت میں فلاح کا یقیناں بادی  بڑھنے ایک ایسے دور میں ودیعت فرمائی تھا جب اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر جگہ آدمی آدمی کا غلام تھا۔ انسانی نظاموں نے مظلوم انسانیت کو طرح طرح کے ٹھنڈوں میں بکڑا کھا تھا۔ انسانی حقوق، احترام اور میت اور حریت کفر کا کوئی تصور نہیں تھا۔ انسانی ذہن پر انسان کے اپنے تعلقیں کروہ خداوں کا، جا بلکہ توہات کا اور علاقائی اور نسلی عصیتوں کا راجح تھا۔ ہر طرف ظاہری اور باطنی بہت چھپے ہوئے تھے، طاقت اور غرور کے بہت، جبڑا استہدا کے بہت، قبائلی تقاضا اور نسلی انتیاز کے بہت، علاقائی تھسب اور طبقائی نفرتوں کے بہت، مگر انسانیت کے محض اعظم نے جیتے الوداع

کے خلپے میں ان تمام ہنوں کو پاٹ پاش کر دیا اور عالمگیر صوات، اخوت اور محبت کا وہ درس دیا جو انسانیت کی آزادی کا پروانہ تھا اب اگر کوئی مذہبی، فرقہ وار ایسا، علاقائی یا انسانی تحصیب کو دل میں جگد دیتا ہے تو گواہ تعلیم کی بحث کرتا ہے جو اسیں خاتم النبیین سے ملی ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اسلامی نظام کے نفاذ کی بنیادی شرائط میں شامل ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے ہر طرح کے تحصیب کا خاتمہ کریں اور اتحاد باہمی محبت اور اخوت کو پروان چڑھائیں۔ یہ ہمارے ملکی حالات ہی کا نہیں ہمارے دین کا بھی بنیادی تھا خاص ہے۔ اس سے صرف نظر کر کے یہم دنیا میں عظمت کی موقع کر سکتے ہیں نہ آخرت میں نجات کی امید۔

**نظام مصطفیٰ** □ پر ایمان لا اسلام ہونے کی بنیادی شرط ہے مالک اللہ تعالیٰ نے اس کا نکات ارضی کو جب آباد کرنے کا فیصلہ کیا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ ہاتھے والا ہوں۔ رب کائنات نے انسان کے لیے خلیفہ کا الفاظ استعمال کیا۔ خلیفہ وہی ہوتا ہے جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ وہ اپنے مٹا کے مطابق کام کرنے کا کوئی نظام ہاتھے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا کام مالک کے مٹا کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے دیے ہوئے نظام کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر واضح کر دیا تھا کہ میں اس مخلوق کو زندگی پر کرنے کے لیے ایک نظام خود دوں گا۔

جنت میں کچھ عمر سے قیام کے بعد حضرت آدم کو زمین پر بھیجا گیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اگر تم میرے بتائے ہوئے نظام (ہدایت) کی بیرونی کرو گے تو تمہارے لیے کوئی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا۔ یہ فرمان تمام نوع انسانی کے لیے ہے۔ انسان کا کام خود کوئی نظام زندگی تجویز کرنا نہیں ہے بلکہ بندہ اور خلیفہ ہونے کی دو گونہ حیثیتوں کے لحاظ سے وہ اس پر ماضور ہے کہ اس ناسیتے (نظام) کی بیرونی کرے جو اس کے رب نے اس کے لیے تجویز کیا ہے اور اس نظام کے معلوم ہونے کی اور سمجھنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو کسی انسان کے پاس برادہ راست اللہ کی طرف سے وہی آئے یا پھر وہ اس انسن کا احتجاج کرے جس کے پاس وہی آتی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چھوٹیں ہزار ٹوپی برسوٹ فرمائے جو نوع انسانی کو خدا تعالیٰ کی مشاء سے گاہ کرنے کا فریضہ دا کرتے رہے انسان کے لیے جو بہترین نظام زندگی ہے اس کی جزئیات کی تفاصیل سمجھاتے رہے۔ سید الانبیا عہد کار و عالم محمد مصطفیٰ □ خاتم النبیین ہیں۔ اپنے □ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ نظام نوع انسانی تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا۔ یہ نظام مصطفیٰ □ قیامت تک کے لیے

انہوں کے لیے بہترین نظام زندگی ہے۔ اس نظام کو نہ ماسراں رخاوت ہے۔ جس کی مزاں جنم کے سماں اور کچھ نہیں۔ ہم مسلمان ہیں ہمارے لیے قامِ مصلحتی □ کو تسلیم کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راست نہیں ہے۔ قامِ مصلحتی □ کو پہنچنے اور اجتماعی زندگی میں مافذ کساعی ہمارے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ قامِ مصلحتی □ ہی ہماری شاخت ہے۔

تو اے مولائے میرب آپ میری دیگری کر میرا اکاں ہے افرگی، میری توحید ناداری  
قائدِ عظیم سی قیادت میں قوم نے مغرب سے جسمانی غلامی سے تو نجات حاصل کر لیں وہی  
غلامی کی زنجیروں میں روز بروز زنجارے چلے گئے۔ وہی غلامی کا مطلب دوسروں کی تلقید ہے۔ وہی غلامی نے  
قوم کی اپنی تحقیقی صلاحیتیں اخترنے دیں۔ وہی غلامی نے قوم کی روح میں جمود اور حساسیتی پیوست  
کر دیا ہے۔ ہماری پوری قوم زمانے کو بدلتے کے بجائے اس خودا پیئی کو بدلتے میں مگر رہتی ہے اور  
دوسروں کی "نشاگردی" کے مقام سے گے گے بڑھنے کا بھی سوچنی بھی نہیں۔ اس کی نیلوادی وجہ یہ ہوئی کہ ہم  
نے در مصلحتی □ کی غلامی دل کی گمراہیوں سے قبول نہیں۔ یہ وہ در ہے جو انسان کو حقیقتی آزادی کو فتح  
سے بہرہ دو رکنا ہے۔

نئی تجدید سے میلا ہوا کردار کا چہرہ  
زمانے کو ہٹ کے غلاموں کی ضرورت ہے  
اج ہم ذرے سے ہوئے دن گزار رہے ہیں۔ کبھی حکم ملتا ہے کہ تم اٹھی پلانٹ بند کر دو، کبھی  
دھمکی ملتی ہے کہ ہم کو دہشت گرد قرار دے دیں گے۔ پورا مغرب با جماعت شور مچارا ہے کہ تم بیاناد  
پرست ہو۔ ہم خخت خوفزدہ ہیں اور ہر حکم کی وضاحتیں اور تسلیاں انہیں کرا رہے ہیں۔ مگر ہمارے یہ آقا  
جنہوں نے ہماری ہر حکم کی امداد بند کر رکھی ہے ہم سے راضی ہی نہیں ہوتے۔

پہلے پینتائیس سال سے ہم قوم کو وہی غلامی کی با قاعدہ تریتی دے رہے ہیں اب اس وہی  
غلامی سے نجات صرف اسی طرح حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم یک سوہو کالی کلی والے کی تعلیمات پر عمل ہیڑا  
ہوں اور قوم کو اس وہی غلامی کی طدل سے نجات ولادیں۔ وہی غلامی میں زندگی بر کسا قامِ مصلحتی کی  
تعلیمات کی روح سے ناواقفیت اور بیرونی کی دلیل ہے۔ حکم ایزو دی ہے

انتم الاعلون ان کشم مؤمنین ۰

اگر تم مومن ہو تم ہی غالب رہو گے۔

یاد رکھیں درنے والے کی کوئی زندگی نہیں۔ ذرپُوك قومیں جاہ و بر باد ہو جاتی ہیں، ان کا مام و نشان مٹ جاتا ہے سان کی دستاں تک نہیں ہوتی دستاںوں میں۔

نہ طے ہو سکے گی رہ زندگانی  
ہر اک گام پر تم کو مشکل ملے گی  
بھی کامیابی کی ہے ایک صورت  
نفاذ شریعت سے منزل ملے گی

یہ بات بڑی خوش آنکھ ہو گی کہ ۲۱ویں صدی کا آغاز ایک باہر کرت اور پاک نظام سے کریں۔ خوش چشمی سے ہماری قوم کی اکثریت نظام مصطفیٰ □ پر پختہ بیتین رکھتی ہے۔ اس کی ضرورت و اہمیت بھی جانتی ہے۔ یہ بھی چاہتی ہے کہ یہاں جلد سے جلد نظام مصطفیٰ □ کا نفاذ ہو۔ نظام مصطفیٰ □ سے جو فوائد حاصل ہوں گے ان سے باخبر ہے اور ان کی طالب ہے تھیں اس کے لیے جو قربانیاں دینی پڑیں گی، عادات ترک کرنا پڑیں گی، پا بندیاں برداشت کرنا پڑیں گی ان سے ذریتی بھی ہے۔ ۲ نئیں نو سے ڈنے، طرز کہن پر اتنا منزل سخن ہی ہے قوموں کی زندگی میں موجودہ سیکولر نظام کی جزویں معاشرے میں اتنی گہری ہیں کہ اس نظام کو بدلا قوم کو اس کے لیے ذاتی طور پر تیار کرنا ایک کار عظیم ہے۔

یہ قوم آقائے نامدار ناجار میدے کے نام پر جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔ آج بھی اگر کوئی مغلیں قیادت قوم کو دھوت دے کر آؤ ہم کر مصطفیٰ □ سے اور نظام مصطفیٰ □ سے محبت کو عملی جامہ پہنائیں تو یہ بات بیتین سے کبھی جاسکتی ہے کہ قوم اس کی آواز پر لیک کہے گی۔

## حروف آخر

نظام مصطفیٰ کی ضرورت اور اہمیت سے عالم انسانیت کا کوئی بھی عہد اور کوئی بھی گوشہ بھی بھی بے نیاز نہیں رہا۔ یا الگ بھث ہے کہ اس کا نفاذ کلی یا جزوی طور پر کبھی ہوا مانیں؟ اگر ہواتو اسے نظام مصطفیٰ کے نام سے موسم کیا گیا مانیں؟ اگر اس نام سے موسم نہیں ہوا تو کم از کم اس بات سے بھی انکار نہیں کر دیا کے پیشتر قاموں نے نظام مصطفیٰ □ کی تعلیمات سے خوش چشمی کی سعادت ضرور حاصل کی۔ بہر حال یا ایک الگ بھث ہے جس سے قطع نظر نظام مصطفیٰ اور خود داعی برحق کی ذات گرامی کی حیثیت،

خروست اور اہمیت پر ذات باری تعالیٰ کے یا ارشادات ثابت ہیں:

قل يا ايه الناس انی رسول الله اليکم جمیعا

اے ہم اکہ دینجے کل لوگوں میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

دوسری جگہ فرمایا

اے پیغمبر اللوگوں سے کہہ دینجے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی

کرو خدا بھی جھیل دوست رکھے گا۔

اور ہر یہ فرمایا

تمہارے پر دروغاری حرم یہ لوگ جب تک اپنے نازعات میں جھیل منصف نہ

ہنا کیں اور جو فیصل تم کر دو اس سے اپنے دل میں نک نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی

سے تعلیم کر لیں جب تک مومن نہیں ہو گے۔

”مصلحتی“ بر سار خوبیں را کر دیں یہ دوست اگر پا وہ رسیدی تمام یوں ہی است

دوسرا خریں جب کر دینا کا ایک بڑا مقام کیوں م اپنی بساط پیٹ چکا ہے، سرمایہ داری اور اس

نوئے کے دوسرے خالماںہ نظام بھی نکست و ریخت کے مراحل سے گزر رہے ہیں، نظام مصلحتی □ کی

اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہنی زیادہ بڑھ گئی ہے مفتری اصول یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر خالماںہ رہ سکتا۔

خلا کو پر کرنے کے لیے ہی تند و تیر آمد ہیاں چلا کرتی ہیں۔ گوئے انتہے ہیں اور گرد بارہنا کرتے ہیں۔

اشتہایت (کیوں م) کی ناکامی کے بعد دنیا کسی ایسے ہی نظام کی مثالی ہے جو کیوں م کے شہت پہلوؤں کو

ساتھ رکھتے ہوئے اس کے حقیقی اثرات سے پاک ایسا محاشرہ قائم کرے، جو فرد کی اخلاقی اور مادی

خروبلیات دونوں کی بھیکیں کرنا ہو نیز انفرادی فلاں و بہبود کے ساتھ ساتھ اجتماعی سطح پر بھی ایک فلاٹی مملکت

کے قیام کا داعی ہو فرنٹیکسا ایسا ہی نظام اس خلا کو پر کر سکتے گا، جو فرد کی دنیا وی اور دینی و اخروی دونوں

احتیاجات کی بھیکیں کرنا ہو۔ اور یہ بات بلا خوف تردید کی جاسکتی ہے کہ یہ نظام نظام مصلحتی کے سوا کوئی

دوسرा نظام نہیں ہو سکتا۔ بشرطیکہ خود اس نظام کے طبع بردار تنہیان مخصوص بن کر دین کو اس کی حقیقی آناتی

تعلیمات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکتیں۔

لا پھر اک بار وہی بارہ و جام اے ساقی

باجھے آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی  
 تین سو سال سے ہیں ہند کے بیانے ہند  
 اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی  
 تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ  
 ترے بیانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

(قابل۔ بال جبریل)

نظام مصطلی **□** کی ضرورت و اہمیت اگر چہ تمام عالم انسانیت کی فلاخ کے لیے مسلم ہے مگر وطن عزیز پاکستان میں اس کے قیام کے ساتھ ہی مطالبہ دہرا لیا جانا رہا ہے کہ یہ مملکت خدا اسلام کے کام پر معرض وجود میں آئی ہے لہذا یہاں اسلامی نظام جاری و ساری کیا جائے۔ یہاں واضح رہے کہ اسلامی نظام، اسلامی انقلاب، نماز شریعت، اسلامی فلاحی ریاست اور نظام مصطلی کم و بیش متراوٹ اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اگر چہ دین، شریعت (دین اور شریعت کی بحث سے قطع نظر) اور فلاحی مملکت وغیرہ پر اگر الگ الگ تقسیلہ گنجائی جائے تو بہت سے معاملات میں جزوی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر نظام مصطلی کی جامع اصطلاح میں صرف انہی امور کا خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے، جن کا مأخذ قرآن پاک اور سنت رسول **□** کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ یہ کم از کم بنیادی معیار ہو گا جس پر تمام مکاہب فکر کا اتفاق ہو کیونکہ مسلمانوں کے تمام مکاہب **s e c t s** کم از کم جن چیزوں پر مشتمل ہو سکتے ہیں وہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ فروعی اختلافات کو بلاائے طاق رکھتے ہوئے نظام مصطلی کا جو مختصر و حاصل قرآن، حدیث اور **اخْحَدَرَت** **□** کے اسودہ حصہ سے سامنے آتا ہے وہی وطن عزیز میں مانذ ہو سکتا ہے اور سبیل وہ مختصر نظام مصطلی ہو گا جسے عالمی سطح پر مختصر طور پر متعارف کیا جاسکے گا۔ موجودہ وقت میں سعودی عرب اور ایران میں بھی اسلامی نظام کلی جزوی طور پر مانذ ہے۔ مگر چونکہ وہ نوں ممالک میں اپنا اپنا فتحی ریگ نہیں ہے لہذا یہ نظام مختصر نظام مصطلی کی حیثیت سے متعارف نہیں کیائے جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت اجابت (مسلمان) نظام مصطلی کا مختصر خاکا پنپے کسی خطہ زمین میں کامیاب تجربے کے بعد امت دعوت (علم انسانیت) کے سامنے پیش کرے تا کہ دنیا ایک بار پھر چودہ سو سال پہلے کے نظام کی بھلک دیکھ کر کہہ سکے کہ بھک نظام مصطلی آج بھی قابل عمل ہے اور نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ تمام عالم انسانیت کی دنیاوی اور آخری فلاخ بھی اس نظام کے نفاذ میں مضر ہے۔ واضح رہے کہ دنیا بھر

میں اسلام اور نظامِ مصطفیٰ کو بھیا دپر تی پالپائیت یا مذہبی اچارہ ہا ری وغیرہ کے القاب سے نواز کر دینا کو ہم تھر کرنے کی مدد موم کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں اس مخفی پاچینڈے کا جواب اپنی ثابت کا کروگی سے دینا ہے البتا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے فروعی اختلافات کو تکسر فراموش کر کے نظامِ مصطفیٰ کا ایک مختصر اور جامع لائج عمل اپنے ہاں نافذ کریں اور اس کے نتائج و ثمرات کو پوری دنیا کے سامنے رکھ دیں اس طرح وطن عزیز پاکستان بھی اپنی منزل مراد سے ہم کنار ہو گا اور ہم بھیثیت مسلمان اپنے اس فریضہ مخفی سے بھی سبکدوش ہو سکیں گے جو خالق کائنات کی طرف سے ہمیں بہترین امت قرار دیکھ رہا ہے پر دیکھا گیا ہے یعنی:

کنتم خیر امة الخرجت للناس تاصرون بالمعروف و تنهون عن

المنكر و تؤمنون بالله

تم وہ بہترین امت ہو ہے لوگوں (کی اصلاح و ہدایت) کے لیے بھیجا گیا ہے۔

تم بھی کا حکم دیتے ہو اور بھری سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

(مماشرف شاہین قیصرانی)

## تدوین سیر و مغازی

مؤلف

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

مقدمة

پروفیسر عبدالجبار شاکر

تیمت: ۲۰۰ صفحات: ۳۶۰

کتاب سراۓ۔ الحمد مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور